ترکیب بند

موسوم بہ

شکوۂ ہند

مرتبہ خاکسار الطاف حسین حالی پانی پتی مقیم دہلی

حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی

مصنف کی بے اجازت کوئی نہ چھاپے

طبع ثانی سنہ ۱۸۸۸ء

رحمانی پریس لاہور میں باہتمام مولوی فضل الدین

مالک و مہتمم کے چھپا

قیمت فی جلد ۲/۹ پائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکوۂ ہند

بند اول

رخصت اے ہندوستاں اے بوستانِ بے خزاں
رہ چکے تیرے بہت دن ہم بدیسی میہماں
آج گو شکووں سے ہیں لبریز ہم اے خاکِ ہند
ہیں مگر احساں اگلے تیرے سب خاطر نشاں
تو نے بیگانوں کی خاطر کی یگانوں سے سوا
میہماں تجھ پر بنایا تو نے ہمکو میزباں

نقش ہیں دل پر ہمارے سب مداراتیں تری
ہم نہ بھولینگے کبھی دن تیرے اور راتیں تری

بند دوم

تھی ہماری قوم و ملت رسم و عادت سب جدا
رشتۂ و پیوند کوئی ہم میں اور تجھ میں نہ تھا
بول چال اپنی الگ تھی اور زباں تیری الگ
تجھسے ہم تھے اجنبی اور ہمسے تو نا آشنا
ہم ہیں اے ہندوستاں گو پورے جنبیت تھی
تونے لیکن اپنی آنکھوں پر لیا ہمکو بٹھا
تونے سونپی مہر دولت ہمکو اور طبل و نشاں
تونے بخشے قصر و ایواں ہمکو اور بستانسرا
تونے ثروت دی حکومت دی ریاست دی ہمیں
شکر کس کس مہربانی کا کریں تیری ادا

تیرے باغوں کی فضاؤں نے دئے دل سے بھلا
شعبِ بوّان و سمرقند و دمشق و اصفہاں

یاد کچھ جیحوں رہا ہمکو نہ دجلہ اور فرات
تیرے گنگا جل نے جب سے تر کئے کام و زباں

تیرے کاشی کی کشش نے کر دئے ہمسے جدا
یثرب و بطحا و صنعا و زبید و نہرواں

تیرے ذوقِ نیشکر نے کر دئے سب دل سے محو
بصرہ و طائف کے نارستان اور خراساں

فصلِ گل میں دیکھکر جوبن بھابن کا ترے
مرو اور شیراز کے بھولے چمن او گلستاں

تیرے سرجون پہاڑوں نے دیا جی سے بھلا
نہرِ رکنی اور گلگشتِ مصلّی کا سماں

دعوتیں بھولیں سمرقندی و شیرازی تمام
اسقدر الوانِ نعمت کے لگائے تو نے خواں

بند سوئم

ترکمانی صولت اور مغلی جلادت ہم میں تھی
عزم کُردی ہم میں تھا بدوی حمیت ہم میں تھی
ہاشمی آداب و عباسی فضائل ہم میں تھے
نطقِ اعرابی و عدنانی فصاحت ہم میں تھی
ضرب کراری و حرب خالدی رکھتے تھے ہم
سطوتِ حمزی و فاروقی جلالت ہم میں تھی
عرقِ غیرت تھی دلیل اپنی شرافت کی نہاں
جھیپتی ہے جس سے دولت وہ شرافت ہم میں تھی
آج خاور تھا مقام اپنا تو کل تھا باختر
عیش و عشرت کی نہ فرصت تھی عادت ہم میں تھی
ننگ تھا ہمکو مشقت سے نہ مزدوری سے عار
جو بزرگی تھی مشقت کے بدولت ہم میں تھی

نبھ سکیں لیکن نہ آخر تک یہ خاطر داریاں
جو دیا تھا تو نے وہ آخر کو سب رکھوا لیا
خیر۔ اپنے مال کا تو ہر طرح تھا اختیار
جس سے چاہا لے لیا اور جسکو چاہا دیدیا
کھینچ لیں اپنی اسی دم اُٹھکے گدّی سے زباں
بھولکر بھی گر زباں پر اسکا آجائے گلا
پر گلا یہ ہے کہ جو کچھ اپنا ہم لائے تھے ساتھ
وہ بھی تو نے ہم سے لیکر کر دیا بالکل گدا
آدمیت کے تھے جو ہر جو ہماری ذات میں
خاک میں آخر دیئے اے ہند سب تو نے ملا

یاد ہو گا تجھکو یہاں آئے تھے ہم کس شان سے
تجھکو سوگند اپنے ست جگ کی بتا ایمان سے

ہم اُنھیں اسلاف کے معلوم ہوتے ہیں خلف؟
جنکی تھی محکوم نسلِ رستم و اسفندیار
ہم اُنھیں باپوں کے بیٹے کچھ آتے ہیں نظر؟
جنکی جولانگاہ تھی تاتار سے تا زنگبار
ہیں ہمیں اے آریاورت اُن سواروں کے سپوت؟
جنکی دوڑوں سے ہیں واقف تیرے دشت و کوہسار
ہم سدا سے خاکسار ایسے ہی تھے اے خاکِ ہند؟
اُڑتی پھرتی تھی زمانہ میں یہی مُشتِ غبار
تھیں یہی شکلیں ہماری تھا یہی رنگ اور روپ؟
تھی یہی سیرت ہماری تھا یہی اپنا شعار
گر سلف دیکھیں ہمارے زندہ ہو کر اب ہمیں
آئے نسبت اور قرابت سے ہماری اُنکو عار
سیرتیں تو نے بدل دیں مسخ کر دیں صورتیں
آبرو تو نے ڈبو دی کھو دیا تو نے وقار

ہم شتربانی سے پہنچے تھے جہانبانی تلک
اسلئے باقی شتربانوں کی خصلت ہم میں تھی
جو نشاں اقبالمندی کے ہیں وہ سب ہم میں تھے
حبِّ دینی ہم میں تھا قومی مَوَدّت ہم میں تھی
گھر ہمارے اور ہم سب وقف مہمانوں پہ تھے
شیر بی مہماں نوازی و ضیافت ہم میں تھی
پھوٹ سے واقف نہ تھے ہم تیرے آ ہندوستاں
احمدؔ حق اخلاق و اسلامی اخوت ہم میں تھی

چھین لی سب ہم سے یہاں شانِ عرب آنِ عجم
تو نے اے غارتگرا قوام و اکّالُ الاُمَم

بند چہارم

آئے تھے ہم ہند یہاں ایسے ہی ہم زار و نزار ہ
ہے عرب کو جسنے ننگ اور ہے عجم کو جن سے عارَ

عیب جو دنیا میں ہیں وہ ہم پہ چھپ جاتے ہیں سب
کیا زمانہ میں ہمیشہ سے تھے یونہی بدنام ہم
سب کو ہو جاتا ہے ناکامی کا پہلے ہی یقیں
اُٹھتے ہیں کرنے کو جب ہمت کا کوئی کام ہم
تو نے دیکھا تھا کبھی اسلامیوں کا حال یہ
کیا عرب سے لیکے نکلے تھے یہی اسلام ہم
بس زیادہ پینے سے اپنے کیا حاصل ہے تجھے
پس چکے اے آسیائے گردشِ ایام ہم
شکوہ قسمت کا ہے جو یہاں کھینچ کر لائی ہمیں
تجھکو اے ہندوستاں کس منہ سے دیں الزام ہم
پھر گئی سرحد سے تیری فوجِ یوناں جس طرح
کاش پھر جاتے یونہی اُلٹے ترے ناکام ہم
رہتے قانع اپنی محنت اور مزدوری پہ کاش
آکے یہاں پاتے نہ ذوقِ راحت و آرام ہم

کر دیا شیروں کو تو نے گو سفند اے خاکِ ہند
جو شکار افگن تھے آکر ہو گئے یاں خود شکار
نکتیں یہ سب جبھی سے ہمکو آتی تھیں نظر
آئے تھے یہاں جب کہ اپنا چھوڑ کر ملک و دیار

تھا یقیں ہمکو کہ شامت رفتہ رفتہ آئیگی
ہمکو تو اے خاکِ ہند آخر یہ نہیں کھا جائیگی

بندِ پنجم

دیکھتے ہیں اب وہی آنکھوں سے صبح و شام ہم
جو مداراتوں کا سمجھے تھے تری انجام ہم
توڑ ڈالے جلد تو نے عہد اور پیمان سب
بے وفا سنتے تھے سچ اے ہند تیرا نام ہم
دیر تک رہتا ہے جو یہاں نہیں رہتا عزیز
سنتے ہیں دیوار و در سے تیرے یہ پیغام ہم

قریہ قریہ تیرے علم و فضل سے معمور تھا
اب وہ اے اسلام تیری خیر و برکت کیا ہوئی
جسنے مغرب کو کیا مشرق وہ سورج کیا ہوا
جس سے گھر گھر بٹ گیا یونان و حکمت کیا ہوئی
کوہ و دریا جنکے ہوتے تھے نہ ہرگز سدّ راہ
وہ ارادے کیا ہوئے اور وہ عزیمت کیا ہوئی
کوئی مشکل ہمکو میداں سے ہٹا سکتی نہ تھی
وہ ثبات اور پایداری اور وہ ہمّت کیا ہوئی
ہوگی اے ہندوستاں آمد ہماری تجھکو یاد
وہ مسلمانوں کی ہیأت اور وہ صورت کیا ہوئی

وہ بر و دوش اور وہ سینے پہلوانی کیا ہوئے
وہ قد و بالا وہ چہرے ارغوانی کیا ہوئے

دشمن اپنا ہو گیا سودائے مال و جاہ حیف
حرص نے طعمہ کی شیروں کو کیا روباہ حیف

بند ششم

وہ مسلمانوں کی ہر بازی میں سبقت کیا ہوئی
وہ حجازی غیرت اور ملی حمیت کیا ہوئی
ہم مسلمانوں سے ہے اے ہند ننگ اسلام کو
تھا لقب خیر الامم جسکا وہ امت کیا ہوئی
جی کسی کی عزت افزائی سے خوش ہوتا نہیں
دل گواہی جسپہ دیتا تھا وہ عزت کیا ہوئی
دین و دولت علم و دانش ہم میں کچھ باقی نہیں
حق نے پوری کی تھی جو ہم پر وہ نعمت کیا ہوئی
ملک و مال و سلطنت اک آنی جانی چیز تھی
جو ہمیشہ رہنے والی تھی وہ دولت کیا ہوئی

جب کبھی جس کام کی خاطر جدھر ہوتا تھا [illegible]
پھر پلٹ کر وھاں سے خالی ہاتھ گھر آتے تھے ہم

جی چراتے تھے نکوروہات عالم سے [illegible]
اور خلاف چرخ دوراں سے گھبراتے تھے ہم

اسپ تازی کی طرح تھی قوم تازی کی غرض
جب کوئی بڑھتا تھا ہمت سے تو گھبراتے تھے ہم

ہے حمیت کو ہماری اک [illegible]
سرد ہو جاتے تھے سب [illegible]

حال اپنا سخت عبرت ناک تو نے کر دیا
آگ تھے اے مسند تکیہ ناک تو [illegible]

بند ششم

کھا کے نعمت دل ہمارا شاد ہوتا تھا [illegible]
ساتھ دسترخوان پر گر میہماں ہوتے تھے [illegible]

بند ہفتم

جب تک اسے ہندوستاں مسلمی کہلاتے تھے ہم
کچھ ادائیں آپ ہی سب سے جدا پاتے تھے ہم
اپنی خودداری سے غیرت گر نہ کرتا تھا کوئی
سر ہر اک فرعون کے آگے نہ پھوڑاتے تھے ہم
حاجتیں ہوتی تھیں جو اپنی روا کرتے تھے آپ ہی
ہاتھ آگے غیر و سلطاں کے نہ پھیلاتے تھے ہم
تھے اسے نعماے سلطانی سے بہتر جانتے
اپنی محنت سے اگر نان جویں کھاتے تھے ہم
تھے نہ نرگس اور سوسن کی طرح ہم مرد ارخوا
تھا وہی قوت اپنا جو خود مار کر لاتے تھے ہم
تھی اولوالعزمی و ہمت اپنی مفتاح ظفر
چار سو راہیں معیشت کی کھلی پاتے تھے ہم

چپکے چپکے حاجتیں کرتے تھے سب اُنکی روا
فقر و فاقہ اُن کا خلقت پر عیاں ہوتا نہ تھا
پیٹ بھر لیں اپنا اور ہمسایہ فاقے سے رہے
اتفاق آگئے یہ اے ہندوستاں ہوتا نہ تھا

یوں نہ ہمجنسوں سے کرتی تھیں یہ آنکھیں چوریاں
تو نے اپنی سی سکھا دیں ہمکو تنہا خوریاں

بندِ نہم

جس سے کرتے محبت بے ریا کرتے تھے ہم
جس سے ہوتی تھی شکایت برملا کرتے تھے ہم
شکوہ ہوتا تھا تو اکثر مونہ پہ کہہ دیتے تھے ہم
شکر کرتے تھے تو غیبت میں سوا کرتے تھے ہم
دوست بنجاتے تھے جسکے اس سے کرتے تھے نباہ
عہد کرتے تھے تو عہدوں کو وفا کرتے تھے ہم

کرتے تھے مہماں ہمارے ماحضر پر اکتفا
تنگدل مہماں سے کوئی میزباں ہوتا نہ تھا
ہمکو پہنچی تھی خلیل اللہ سے خواں گستری
عسرت اور تنگی میں بھی سطے اپنا خواں ہوتا نہ تھا
رکھتے تھے بچو بچو بھوکا اپنے مہماں کے لئے
خرچ سے گھر کے سوا کھانا جہاں ہوتا نہ تھا
تھا مسافر کے لئے ایک ایک گھر مہماں سرا
ہمکو کچھ غربت میں فکر آب و ناں ہوتا نہ تھا
میہمانوں کو تھے اپنے گھر کی برکت جانتے
ٹھیرنا میہمان کا برسوں گراں ہوتا نہ تھا
جانتے تھے ہم کہ ہے اسپر خدا نا مہرباں
جو کہ ہمسائے پہ اپنے مہرباں ہوتا نہ تھا
ہم ہر اک آفت میں ہمسایوں کے رہتے تھے سپر
دشمنوں سے اپنے انکو خوفِ جاں ہوتا نہ تھا

تم نے اے ہندوستاں کھودیں کہاں وہ یاریاں
یاریاں ہم میں رہیں باقی نہ وہ غمخواریاں

بند دہم

تیرے سایہ سے رہے اے ہند جبتک دور ہم
اپنی یکرنگی رہی ضرب المثل بین الامم
ملگیا جو ہم میں آکر پھر نہ تھے ہم پوچھتے
روم ہے یا ترک آرمن ہے عرب ہے یا عجم
ملت بیضا نے قوموں کی مٹادی تھی تمیز
تھے بلال و جعفر و سلماں برابر محترم
ایک رنگت میں اُخوت کی تھے سب رنگے ہوئے
اسود و احمر تھے جو اسلام کے زیر علم
زنگی و خوارزمی و تاتاری و مازندری
ایک دسترخوان پر کھاتے تھے سب ملکر بہم

جنکے ہو جاتے تھے ساتھی اُنکا ہم دیتے تھے ساتھ
رنج و راحت میں شریک اُنکے رہا کرتے تھے ہم
کرتے تھے عُسرت میں اُنکے واسطے فکرِ معاش
اُنکی بیماری میں تدبیر اور دوا کرتے تھے ہم
کام میں یاروں کے اپنے کام سب دیتے تھے چھوڑ
اسمیں روزے اور نمازیں تک قضا کرتے تھے ہم
یار کوئی مر کے اپنے سے بچھڑ جاتا تھا جب
یار کی اولاد پر جانیں فدا کرتے تھے ہم
سنتے تھے اپنے بڑوں کا جنسے پیار اور اتحاد
اُنکی نسلوں سے وہی رسمیں ادا کرتے تھے ہم
دشمنوں کی زد میں دیتے تھے نہ آنے ہمکو دوست
ٹوک دیتے تھے ہمیں جب کچھ خطا کرتے تھے ہم
آج وہ کام آئے اپنے کل ہم اُنکے آئے کام
بارہا باہم سلوک ایسا کیا کرتے تھے ہم

راستی و صدق میں

بند یازدہم

راستبازی میں ہماری لوگ دیتے تھے نظیر
فرد تھے پاسِ سخن میں قوم کے برنا و پیر
دوست دشمن کو ہمارے قول پر تھا اعتماد
دے چکے جب ہم زباں پھر تھی وہ پتھر کی لکیر
تھے ثقہ بھی ہم میں بد اطوار بھی اوباش بھی
تھا سخن کا اپنے لیکن پاس سبکو ناگزیر
کوئی بدعہدی سے بڑھکر تھا نہ عیب اُنکے لئے
حق جنھیں کرتا تھا ہم میں وارثِ تاج و سریر
جیسے رہزن اور لٹیرے تھے ہمارے راستباز
پاسبانوں میں نہیں پاتے ہم آج اُنکی نظیر
دل میں کچھ ہو اور زباں پر کچھ یہ خاصیت نہ تھی
خاک میں اُس سرزمیں کی جس سے تھا اپنا خمیر

گو سدا آپس میں لڑتے اور جھگڑتے تھے مگر
وقت جب پڑتا تھا اگر ایک ہو جاتے تھے ہم
فرق رکھا تھا کہ و مہ میں نہ کچھ اسلام نے
تھے برابر نفقہ و کسوت میں آقا اور خدم
حق خلیفہ کا تھا اُس میں رعیت سے سوا
جمع بیت المال میں ہوتی تھی جو آکر رقم
ٹوک دیتا تھا سرِ دربار بڑھکر اک غلام
گر کہیں بے راہ اُٹھ جاتا تھا حاکم کا قدم
شوکتِ دیں کے سوا شوکت نہ تھی کوئی پسند
ملک جم لیکر نہ پاس آتا تھا اپنے کبرِ جم

صحبتوں میں تکیہ و مسند کا آئیں کچھ نہ تھا
مجلسوں میں امتیاز صدر و پائیں کچھ نہ تھا

علم و حکمت نے ہماری آ کر لی تھی پناہ
رُوم اور یونان پر جب چھا گیا جہل و ضلال
جاہلوں کا تھا ہماری قوم میں گھاٹا یوں نہیں
جیسے اب لکھے پڑھے ملتے ہیں ہم میں خال خال
منع ۔ استدلال ۔ یا توجیہ ۔ یا تحقیق حق
تھی یہی اکثر ہماری مجلسوں میں قیل و قال
تُرک میں وحشت رہی تھی اور جہل اعراب میں
دین بیضا نے دیا تھا آ کے کانٹا سا نکال
علم بھی جاتا تھا ۔ جاتے تھے جہاں ہم ساتھ ساتھ
علم نے اسلام سے باندھا تھا پیمان وصال
سیم و زر کم چھوڑ کر جاتے تھے ہم میراث میں
تھی کتاب اپنی بضاعت اور ادب اپنا تھا مال
خلق کرتی تھی ہماری ریس رسم و راہ میں
کر دیا تھا علم نے سب کے لئے ہمکو مثال

جنگ تھی تو برملا تھی صلح تھی تو بے ریا
ہمکو زہر آتا نہ تھا دنیا بنا کر جامِ شیر
مونہ سے جو کہہ بیٹھتے تھے کر دکھاتے تھے وہی
بے گرج کر پھر برستا جس طرح ابرِ مطیر
چھانوں میں ہم جا کے تلواروں کی کہہ آتے تھے حق
غالب آتا تھا نہ ہم پر خوفِ سلطان و امیر
پر بنایا جب سے ہمنے ملجا و ماویٰ تجھے
راستبازی ہو گئی اے ہند ہمسے گوشہ گیر

کر دئے تو نے تمام اسلام کے ارکان سست
ہو گئے بودے ہمارے عہد و پیمان سست

بند دوازدہم

مشرق سے تا غرب جب عالم میں تھا قحط الرجال
تھی ہماری قوم میں ارزانی اہل کمال

بزم کو برہم ہوئے مدت نہیں گذری بہت
اُٹھ رہا ہے گل سے شمع بزم کے ابتک دھواں
کہہ رہے ہیں نقش پا سے رہرواں اے خاکِ ہند
یہانسے گذرا ہے ابھی اِک باتجمّل کارواں
گو یقیں ہے ۔ رفتہ رفتہ یادِ ایّامِ سلف
دل سے چھوڑے گی مٹا کر گردشِ دورِ زماں
بھول جائینگے کہ تھے کن ڈالیوں کے ہم ثمر
ٹوٹکر آئے کہانسے اور بسے آکر کہاں
پر زمانہ میں رہیں گے تا قیامت یادگار
جو کئے برتاؤ تو نے ہم سے اے ہندوستاں
ماجرا ہوگا ہمارا عبرت اوروں کے لئے
چیت جائیں گے بہت سنکر ہماری داستاں
سانپ سے جس طرح رہتا ہے سپیرا دور دور
حکمراں تیرے یونہیں تجھ سے رہیں گے برکراں

آج جس علم و ہنر سے ہے چراغاں بزم دہر
ہے ہمنے بنیاد اسکی دی تھی پیشتر دنیا میں ڈال
تھی ہماری دولت اے ہندوستاں فضل و ہنر
آگیا تیری بدولت اپنی دولت کو زوال

ہمکو ہر جوہر سے یوں بالکل معرا کر دیا
تو نے اے آب و ہوائے ہند یہ کیا کر دیا

بند سیزدہم

ہے ہمنے یہ مانا کہ جب گلشن میں ہو فصل خزاں
بے محل ہے چھیڑنی وھاں عہد گل کی داستاں
ہو خلف پر ابر جب چھایا ہوا ادبار کا
پھر سلف کی شان و شوکت کیجے کس مونہ سے بیاں
ہیں یہہ باتیں بھول جانے کی مگر کیونکر کوئی -
بھول جائے رات کا سب صبح ہوتے ہی سماں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

بجناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

برکتیں یہاں چھوڑ کر ہم اپنی جائیں گے بہت
ہم نہ ہونگے پر نصیحت ہم سے پائیں گے بہت

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کے
وہ عرضۂ تیغ جہلا و سفہا ہے
جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے
ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے
عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مُفلس سو گدا ہے
یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلس اعیاں ہے وہ بزم شرفا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ۔ ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اُسکی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اُسکا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جُدا ہے

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اُسمیں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیرِ غنا بھی
اُس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

وہ روشنیِ بام و درِ کشورِ اسلام
یاد آج تلک جسکی زمانے کو ضیا ہے
روشن نظر آتا نہیں وھاں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے
عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو
اُس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے
چاؤش تھے للکارتے جن رہگزروں میں
دن رات بلند اُن میں فقیروں کی صدا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کی اب رُو بقفا ہے
جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حِکم کی
اب علم کا وھاں نام نہ حکمت کا پتا ہے
کھوج اُنکے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
گُم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق
بے دولت و علم اُس میں نہ رونق نہ بہا ہے
شاہد ہے اگر دین تو علم اُسکا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اُسکی جلا ہے
جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یہاں اب بھی بڑا ہے
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے
جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اُسمیں صدا ہے
بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اُسکے ہوا ہے

ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت
وھاں قافلہ سب گھر سے تہیدست چلا ہے
یہاں نکلے ہیں سودے کو درم لیکے پرانے
اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگھباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
اے چشمۂ رحمت بأبی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے
جس قوم نے گھر اور وطن تجھسے چھڑایا
جب تو نے کیا نیک سلوک اُنسے کیا ہے
صدمہ دُرِ دنداں کو ترے جن سے کہ پہنچا
کی اُنکے لئے تو نے بھلائی کی دعا ہے
کی تو نے خطا عفو ہے اُن کینہ کشوں کی
کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے
کی زیب بدن سب نے ہے پوشاک کتاں کی
اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے
درکار ہے یہاں معرکہ میں جوشن و خفتاں
اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے
دریا ہے پُر آشوب ہے اک راہ میں حائل
اور بیٹھ کے گھوڑ ناؤ پہ یہاں قصدِ شنا ہے

جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اڑتی
وہ خاک ہمارے لئے داروئے شفا ہے

جو شہر ہوا تیرے ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبہ سے کشش اسکی ہر اک دل میں سوا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ اک اک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمھارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
اخبار میں الطالح لی ہمنے سنا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے
جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول اُنھیں سے تری پھر مدح و ثنا ہے
برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے
کر حق سے دعا اُمت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جسکا جہاز آ کے گھرا ہے
اُمت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے
ایماں جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے
وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے
ہر چپقلش دہر مخالف میں تیرا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کا سدا ہے
گر دین کو جوکھوں نہیں ذلت سے ہماری
امت تری ہر حال میں راضی برضا ہے
عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے
ہاں حالیٔ گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے
ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے

فقط تمت ختم شد

[illegible]

اشتہار

مفصلہ ذیل کتابیں لاہور میں منشی فضل الدین صاحب کتب فروش بازار کشمیری کی دکان سے (جہاں ہر قسم کی کتابیں موجود رہتی ہیں) اور دہلی میں سید عبد العلی صاحب مقیم گلی قاسم جان اندرہ کہ دونوں سے ملسکتی ہیں قیمت بذریعہ منی آرڈر آنی چاہیے یا بیکٹ ویلیو پے ایبل روانہ کیا جائیگا۔

نام کتاب	قیمت	محصول
شکوۂ ہند	۲/۶ پائی	۰
مثنوی حقوق اولاد	۲/۶ پائی	/۰
حیات سعدی	عہ/	۱/۰
دیوان فارسی نواب مصطفیٰ خان مرحوم متخلص بہ حسرتی	عہ/ ۳	/۲
مسدس حالی مع ضمیمہ و فرہنگ	۱۲/	۱/-
مناجات بیوہ	۲/	/۰

المشتہر الطاف حسین حالی

واقع دہلی کوچہ پنڈت